مولانا محمد عیسیٰ منصوری*

اعتدال پسندی اور روشن خیالی کا ایجنڈا

پاکستان میں جنرل مشرف صاحب روشن خیالی و اعتدال پسندی کے علمبردار بنے ہوئے ہیں، امریکہ و یورپ انہیں اپنا سب سے مضبوط پاٹنر و اتحادی سمجھتے ہیں، حالیہ الیکشن میں اصل مقابلہ مشرف صاحب کے حامیوں اور مخالفین کے درمیان تھا عوام کی اکثریت کے ووٹ انٹی مشرف پڑے اسی طرح پاکستانی عوام نے جنرل مشرف کی پالیسیوں پر عدم اعتماد کا دوٹوک اظہار کر دیا، الیکشن کے بعد ہم نے دیکھا کہ پاکستان میں امریکی، برطانوی، فرانسیسی سفراء اور مختلف سطح کے عہدے داران سیاسی پارٹیوں کے رہنماؤں، الیکشن کمیشن، وکلاء کے نمائندوں، عبوری حکومت کے وزراء وغیرہ وغیرہ سے مسلسل ملاقات و مذاکرات کرتے نظر آئے تاکہ ان سب کو جنرل مشرف کی روشن خیالی و اعتدال پسندی کی پالیسیوں کی حمایت پر آمادہ کیا جائے جب مغرب کے کارندوں کا کام ایک حد تک مکمل ہوگیا تو مشرف صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ عوام نے الیکشن میں انتہاء پسندوں کو رد کر کے اعتدال پسندی اور روشن خیالی کو ووٹ دیا ہے اس لئے وہ اپنی روشن خیالی کی پالیسیوں کو جاری رکھتے ہوئے دہشت گردی اور مذہبی انتہاء پسندی کے خلاف جنگ پوری قوت سے جاری رکھیں گے۔

آیئے حقائق کی روشنی میں مغرب کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا جائزہ لیں۔ گزشتہ دو صدیوں سے مغرب نے دنیا پر اپنا سیاسی، عسکری، علمی و فکری، تہذیبی ہمہ جہتی تسلط و غلبہ کے بعد اصطلاحات وضع کرنے اور ان کے معنی و مفہوم متعین کرنے کی بھی اجارہ داری حاصل کر لی ہے۔ جس طرح اسلام کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ جو فرماتے ہیں اگرچہ زبانِ رسول ﷺ کی ہوتی ہے مگر بات اللہ کی ہوتی ہے بالکل اسی طرح آج ہمارے حکمران جو فرماتے ہیں صرف زبان ان کی ہوتی ہے الفاظ اور ان کا مفہوم مغرب و امریکہ کا متعین کردہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں اعتدال پسندی و روشن خیالی کا صحیح معنی و مفہوم سمجھنے کے لئے مغرب ہی سے رجوع کرنا ہوگا۔

---

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم لندن

اعتدال پسندی وروشن خیالی مغرب میں مذہب وآسمانی تعلیمات سے بغاوت کا خوشنما نام ہے جب تک مغرب میں انسانی زندگی پر مذہب کی گرفت رہی اس وقت تک مغربی معاشرہ کی اقدار خیر وشر کا تعین مذہب یعنی عیسائیت سے آرہا تھا اور آسمانی مذہب کا ماخذ آسمانی وحی ہوتی ہے کہ انسان صحیح وغلط کا امتیاز، خیر وشر کا تعین آسمانی تعلیمات یا وحی کی رہنمائی سے کرتا تھا۔ مگر مغرب میں مذہبی رہنماؤں کی علم وسائنس سے ٹکراؤ کی ناعاقبت اندیشانہ پالیسیوں کی بدولت مذہب وسائنس تین چارسو سالہ خونریز جنگ کے بعد نفس مذہب ہی سے چھٹکارا حاصل کر کے اس دور کو جس پر مذہب کی گہری چھاپ تھی تاریک دور (Dark Ages) قرار دے دیا گیا۔ مذہب سے چھٹکارہ کے بعد یہاں روشن خیالی کا دور شروع ہوا۔ اب معاشرہ کی اقدار اور خیر وشر کا تعین وحی کی بجائے عقل ومشاہدہ سے ہونے لگا اور یہ دونوں عوامل کام کرتے ہیں۔ سوسائٹی کی مرضی وخواہشات کے تحت گویا خوشنما الفاظ میں بات وہیں جا پہنچی جو ہمیشہ سے مذہب کا دعویٰ رہا کہ حضرت آدمؑ سے تاقیامت روئے زمین پر اصل معرکہ جنگ آسمانی تعلیمات اور خواہشات انسانی کے مابین رہے گا۔ آج اسی خواہشات کے اتباع کا نام روشن خیالی واعتدال پسندی رکھا دیا گیا چنانچہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی پہلی اور بنیادی شرط مذہب اور اسکے اثرات سے چھٹکارا حاصل کر کے سوسائٹی اور اس نظام کو عوام کی خواہشات اور اس کی امنگوں کے مطابق چلانا ہی ہے۔ اگرچہ بظاہر مسلم ملکوں میں روشن خیالی کے علمبردار حکمران وقتاً فوقتاً اسلام کا نام بھی جپتے نظر آتے ہیں مگر یہ سب کچھ عوام کو دھوکہ میں رکھنے کے لئے ایک منافقانہ طرز عمل ہے کیونکہ نہ کبھی اسلام مغرب کی روشن خیالی کے سانچہ میں ڈھل سکتا ہے اور نہ ہی موجودہ مغرب آسمانی وحی کو اتھارٹی وسند مان سکتا ہے۔ غرض آج مغرب اور اس کی اتباع میں اقوام عالم نے جس چیز کا نام اعتدال پسندی اور روشن خیالی رکھا ہے یہ درحقیقت خواہش نفس ہی کا خوشنما نام ہے۔

دوسری طرف اسلام بھی خود کو روشن خیالی واعتدال پسندی کا دین کہتا ہے۔ قرآن کی ایک آیت کا ترجمہ ہے "اللہ اہل ایمان کا دوست ومددگار ہے جو ان کو تاریکی سے نور اور روشنی کی طرف نکالتا ہے اور کافروں کے دوست اور مددگار طاغوت وشیطان ہیں جو ان کو روشنی سے ظلمت وتاریکی کی طرف ہانک لے جاتے ہیں۔"

اسلام سے پہلے کا دور جو خواہشات نفس کی اتباع کا دور تھا اسے اسلام نے جاہلیت اور ظلمت وتاریکی کا دور یعنی (Dark Ages) قرار دیا اور اسلام نے خود کو اعتدال وروشن خیالی کا دین اور مسلمانوں کو امت وسط یعنی اعتدال والی امت قرار دیا۔ اس اعتدال پسندی کو قرآن اور اسلام نے عقیدہ وعمل میں ہر جگہ نمایاں طریقہ سے واضح کیا مثلاً حضرت مسیحؑ کے متعلق یہودی وعیسائی معاشرہ افراط وتفریط کی دو انتہاؤں پر تھا ایک ان کو خدا کا بیٹا مان کر خدائی میں شریک کرتا دوسرا ان کو اور ان کی والدہ محترمہ کو مع بدترین نسلی گالی دینا اور معاشرہ کی گند قرار دیتا اسلام نے ان دو

انتہاؤں کے درمیان اعتدال و میانہ روی کا موقف اختیار کیا کہ حضرت مسیحؑ خدا کے بیٹے یا خدائی میں شریک تو نہیں مگر خدا کے انتہائی مقرب و معزز رسول ہیں۔ اسی طرح عمل و کردار کے اعتبار سے نزول قرآن سے قبل انسانی سوسائٹی دو انتہاؤں پر تھی خالص دنیاداری یا رہبانیت وخالق کی خوشنودی کے حصول اور اخروی نجات کے لئے ترک دنیا ور ہبانیت کی قائل تھی یعنی دنیوی ذمہ داریوں اور انسانوں کے حقوق و تعلقات سے منہ موڑ کر صرف خالق کی عبادت میں لگ جانا۔ دوسری انتہاء یہ تھی کہ انسان مذہب وخداہی کا منکر بن کر خواہشات نفس ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا تھا اسلام نے یہاں بھی اعتدال پسندی کی راہ اختیار کی کہ اللہ کی عبادت و اطاعت بھی ضروری اور انسانی سوسائٹی کے حقوق' رشتوں کی پاسداری تمام دنیوی معاملات بھی ضروری' چنانچہ جب بعض صحابہ کرامؓ نے خدا کی خوشنودی کی خاطر عبادت میں غلو اور انتہاء پسندی کا راستہ اختیار کرنا چاہا ہر روز روزہ' ساری رات عبادت' نکاح نہ کرنا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو پسند نہیں فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا میرا راستہ اعتدال کا ہے' میں روزہ بھی رکھتا ہوں' کھاتا بھی ہوں' عبادت بھی کرتا ہوں' سوتا بھی ہوں' نکاح بھی کیے ہیں' خدا کے حقوق بھی ادا کرتا ہوں' جو شخص اس اعتدال کی روش کو ترک کر کے خدا کی عبادت میں غلو وانتہاپسندی اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں یعنی وہ ہمارے راستے وطریقے پر نہیں غرض اسلام نے ہر جگہ عقیدہ ہو یا عمل اعتدال پسندی کی راہ اختیار کی ساتھ ہی روشن خیالی کی اس حد تک تعلیم دی کہ دنیا کے جس تمدن' مذہب' معاشرہ میں اچھی اور انسانیت کے لئے مفید و نفع بخش چیز ملے مسلمان اس کو حاصل کریں فرمایا ہر اچھی چیز مؤمن کی گم شدہ میراث ہے۔ خواہ کہیں ہو۔ امام غزالیؒ نے یہاں تک لکھا ہے کہ اسلام نام ہی اعتدال و میانہ روی کا ہے۔ مثلاً ایک انتہاء کفر ہے' خدا کا انکار ' دوسری انتہاء شرک ہے بہت سے خداؤں کو ماننا اسلام۔ ان دو انتہاؤں کے درمیان اعتدال کی راہ ہے وہ ہے توحید یعنی صرف خدائے واحد کو ماننا اسی طرح ایک انتہاء ظلم ہے' کمزور پر ہاتھ اٹھانا' دوسری بزدلی ہے طاقت کے سامنے جھک جانا' شجاعت ان دو کے درمیان اعتدال ہے کہ طاقت سے دبتے نہیں اور کمزور پر ہاتھ اٹھاتے نہیں۔ ایک انتہاء فضول خرچی (اسراف) ہے بے ضرورت خرچ کرنا دوسری بخیلی و کنجوسی ضرورت کے باوجود خرچ نہ کرنا' اسلام کا طریق ان دو کے درمیان سخاوت ہے بے ضرورت خرچ نہیں کرتے جہاں ضرورت ہو بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔

رہا آج مغرب کا روشن خیالی و اعتدال پسندی کا چیمپئن بننا تو یہ نئی بات نہیں ہے ہر دور میں خواہشات پر چلنے والوں نے خداپرستوں کے سامنے اسی طرح کی روشن خیالی کے مطالبات رکھے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے سامنے بھی بار ہا یہ مطالبات رکھے گئے اور آپ نے ہر بار دوٹوک جواب دیا جو قرآن' حدیث اور تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ جب آپ ﷺ نے مکہ میں بتوں کی پرستش کی بجائے خدائے واحد کی عبادت کی تو مکہ کے روشن خیالوں میں کھلبلی مچ گئی اور آپ کے چچا حضرت ابوطالب کی وساطت سے اکابرین قریش ابوجہل عتبہ اور شیبہ وغیرہ نے آپ ﷺ کے سامنے

روشن خیالی کا ایجنڈا رکھا وہ یہ تھا کہ آپ ضرور خدائے واحد کی طرف دعوت دیں مگر ہمارے معبودوں کی نفی نہ کریں ان کو غلط اور باطل نہ کہیں آج بھی مغرب کا مسلمانوں سے یہی مطالبہ ہے کہ اسلام کی خوبیاں بیان کریں مگر ہمارے تمدن طریقوں کو غلط نہ کہیں انکی نفی نہ کریں حضور نبی کریم ﷺ نے اس دور کے روشن خیالوں کے مطالبات دوٹوک الفاظ میں مسترد فرمائے اور قرآن نے سورۂ کافرون اتار کر دی اور خواہشات کے درمیان مفاہمت کے فارمولے کو مکمل طور پر مسترد کر کے دوٹوک اعلان کر دیا کہ خدا پرستی اور خواہشات پرستی دو متوازی اور الگ الگ راستے ہیں، جس کی جو مرضی ہو وہ راستہ اختیار کرے لیکن باطل کو باطل ہی کہا جائے گا۔ اس میں کوئی لچک ممکن نہیں۔ یہ تو مکہ کے کسمپرسی کے دور میں ہوا جب مٹھی بھر مسلمان کفار مکہ کی طرف سے ہر قسم کی صعوبتیں اور تکالیف جھیل رہے تھے دوسرا مکالمہ مدنی دور کا ہے جو اسلام کی قوت و بالادستی کا دور تھا اس وقت بھی روشن خیال اپنا ایجنڈا لے کر مذاکرات کیلئے پہنچے یہ مکالمہ جسے قرآن نے نقل کیا نجران کے کرسچین رہنماؤں اور نبی اکرم ﷺ کے مابین ہوا۔ مذاکرات میں انہوں نے اسلام قبول کرنے اور نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے لئے یہ شرط رکھی کہ حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا مان کر خدائی میں شریک کیا جائے۔ جسے نبی اکرم ﷺ نے دوٹوک الفاظ میں مسترد فرما دیا۔ جب مذاکرات اور معاملہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا تو انہوں نے اپنا ایجنڈا ترک کر کے اسلام کے تحت (ذمی) غیر مسلم رعایا بن کر رہنا منظور کیا اور قرآن نے اقوام عالم خاص طور پر تینوں آسمانی مذاہب کے سامنے باہمی خوشگوار اور رواداری کے تعلقات کے لئے اپنا تین نکاتی فارمولا پیش کیا۔

۱۔ اللہ کے سوا کسی کی حقیقی عبادت واطاعت نہ کریں۔

۲۔ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔

۳۔ ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں۔ یعنی خدا کی طرح ان کی اطاعت نہ کریں۔

ایک دوسرے کو اپنا رب بنانے کی تشریح کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے عرب کے مشہور سخی حاتم طائی کے بیٹے عدی بن حاتم سے جو پہلے عیسائی تھے اور انہوں نے قرآن کے اس لفظ پر کہا کہ ہم نے اپنے مذہبی رہنماؤں کو کہاں رب بنایا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنے مذہبی رہنما (پوپ) کو حلال وحرام کی اتھارٹی نہیں بنالیا ہے کہ وہ جسے حلال کہے وہ حلال جسے حرام کہے وہ حرام یہی رب بنانا ہے۔ مغرب نے مذہب سے چھٹکارہ حاصل کرنے کے بعد یہ اتھارٹی پوپ کی بجائے سوسائٹی کی خواہشات کو دے دی۔ قرآن نے اسی کو فرمایا ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا؟ جس نے اپنی فرمائش کو اپنا الٰہ ورب بنالیا ہے'' چنانچہ مذہب سے چھٹکارے کے بعد مغرب میں خواہشات نے ہی اتھارٹی ورب کا مقام حاصل کر لیا ہے، نہ صرف دنیوی نظم ونسق میں بلکہ حلال وحرام، خیر وشر کا تعین بھی مغرب میں سوسائٹی کی خواہشات کرنے لگیں۔ تقریباً بیس سال پہلے کی بات ہے۔ برطانیہ میں چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے تمام چرچ

اور پادریوں کے نام حکم نامہ جاری ہوا کہ ہم جنس (مرد کی مرد سے) شادیوں کو تسلیم نہ کیا جائے۔ ان کی حوصلہ شکنی و مذمت کی جائے۔ مگر جب سوسائٹی میں ہم جنس شادیاں عام ہونے لگیں۔ اور سوسائٹی نے اسے سند قبول بخش دی تو اسی چرچ آف انگلینڈ کی طرف سے پادریوں کو دوسرا ہدایت نامہ جاری ہوا کہ ہم جنس شادیوں کو تسلیم کیا جائے اور ان کی مذمت یا حوصلہ شکنی نہ کی جائے، یہی نہیں سوسائٹی کی خواہشات کو رب بنانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغربی حکومتوں نے اسے (مرد کی مرد سے شادی کو) انسانی حقوق کے زمرہ میں داخل کر کے دنیا کے تمام مذاہب و تہذیبوں سے اس کو جائز قرار دینے کا مطالبہ شروع کر دیا۔ غرض مغرب کی روشن خیال و اعتدال پسندی خواہشات کے سوا کوئی اور چیز نہیں۔

نائن الیون کے بعد امریکہ بہادر اور نیٹو کی افواج طاقت کے نشہ میں چور ہو کر اپنے اس روشن خیال کے ایجنڈے کو فلاح انسانی کا آخری وحتمی ماڈل قرار دے کر لاؤلشکر کے ساتھ بجز اقوام عالم سے عمل درآمد کروانے کے مشن پر نکل پڑی آج مسلم دنیا کے سامنے مغرب روشن خیالی واعتدال پسندی کے جو مطالبات کر رہا ہے یہ وہی مطالبات نہیں جو چودہ سو سال پہلے طائف کے سرداروں نے نبی اکرمؐ کے سامنے رکھے تھے اپنے معبودوں کی عبادت کا حق حاصل کرنے کے علاوہ ان کے دیگر مطالبات کی فہرست یہ تھی۔

(۱) انہیں نماز پڑھنے کی پابندی سے مستثنیٰ رکھا جائے۔

(۲) شراب پینے اور اس کا کاروبار کرنے کی اجازت دی جائے' یہ ہمارے معاشرہ اور معیشت کیلئے ضروری ہے۔

(۳) سود کے لین دین کا حق دیا جائے۔ یہ ہماری تجارت اور کاروبار کی بنیادی ضرورت ہے۔ زنا کرنے کی اجازت ہو کہ اس کے بغیر ہمارے معاشرہ میں گزارہ نہیں۔ تو ہم آپ کو نبی ماننے اور اسلام قبول کرنے کیلئے تیار ہیں۔

آج اکیسویں صدی میں مغرب اور اس کے کارندے جنرل مشرف وغیرہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے جو مطالبات رکھتے ہیں کیا وہ اس کے علاوہ کچھ اور ہیں؟ مثلاً مسٹر مشرف کہہ چکے ہیں جسے نیکر پہن کر دوڑتی لڑکیوں کی رانیں اچھی نہیں لگتیں۔ وہ اپنی آنکھیں یا ٹی وی بند کرلے مگر میراتھن دوڑ ضرور ہوگی۔ اسلام آباد میں بدکاری کا اڈہ بند کرنے کی کوشش پر لال مسجد کی سینکڑوں معصوم بچیوں کو جدید ترین اسلحہ سے جلا کر بھسم کر دیا گیا۔ سود کو ختم کرنے کی سفارش کرنے والی ''اسلامی نظریاتی کونسل'' عرصہ دراز سے عملاً نظر بند ہے۔ بسنت جو درحقیقت ایک گستاخ رسولؐ کی سزا کے خلاف کفر کا احتجاجی تہوار تھا مشرف صاحب اپنے لاؤلشکر کے ساتھ جا کر مناتے رہے ہیں۔ جب پتنگ بازی کی دھما چوکڑی میں درجنوں معصوم جانیں جانے لگیں تو سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپنے ایک آرڈر کے ذریعہ اس پر روک لگادی مشرف صاحب کی عدلیہ سے ناراضگی اور دشمنی یہاں سے شروع ہوتی ہے اس کے بعد عدلیہ سے مکمل ٹکراؤ اس وقت شروع ہوا جب سپریم کورٹ آف پاکستان نے ان سینکڑوں لوگوں کے کوائف طلب کئے جنہیں مغرب کے

روشن خیالی قبول نہ کرنے کے جرم میں امریکی سی آئی اے کے ایماء پر خفیہ ایجنسیوں نے پکڑ پکڑ کر راتوں رات گھروں سے غائب کردیا تھا۔ سپریم کورٹ نے ان سب کو حاضر کرنے کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے کا حکم دیا تو یہ بات مشرف صاحب کے لئے نا قابل برداشت ہوگئی کیونکہ اس سے امریکہ ویورپ کی ان خفیہ جیلوں کا پول کھل جانے کا اندیشہ تھا جہاں مغرب کی روشن خیالی کا ایجنڈا قبول نہ کرنے والوں اور مغرب وامریکہ کی بالادستی قبول نہ کرنے والوں کو اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا جارہا ہے۔ چنانچہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس افتخار چودھری صاحب کو روشن خیالی کے ایجنڈے میں رخنہ ڈالنے کے جرم میں مع ان کے بچوں کے محبوس رکھنا ضروری سمجھا گیا اب الیکشن میں شکست فاش کے باوجود مشرف صاحب پوری ڈھٹائی سے فرمارہے ہیں کہ عوام نے ان کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کو ووٹ دیا ہے اس لئے وہ مغرب کی دہشت گردی کے خلاف جنگ جو درحقیقت مذہب کے خلاف اور خواہشات کے حق میں جنگ ہے پوری قوت سے جاری رکھ کر ہر حالت میں اسلام اور آسمانی تعلیمات کا راستہ روکیں گے' افغانستان میں یہی جنگ امریکی ونیٹو افواج لڑ رہی ہیں' طالبان کا اصل قصور یہی تھا کہ وہ مغرب کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے ایجنڈے کو یکسر مسترد کرکے شریعت اسلامی پر عمل پیرا رہنا چاہتے تھے۔ پاکستان میں یہی معرکہ درپیش ہے۔ فرد کی حیثیت سے پاکستانی قوم بحمد للہ مسلمان ہے مگر سوسائٹی اور معاشرہ کی حیثیت سے اسلام قبول کرنے میں آج ہماری شرائط ان شرائط سے مختلف نہیں جو چودہ سو سال پہلے طائف کے وفود نے بارگاہ نبوت میں پیش کی تھیں۔ ہم مانتے ہیں کہ نماز فرض ہے مگر سوسائٹی کی خواہشات کے تحت اسے فرضیات کے بجائے مرضیات کے خانہ میں رکھنا چاہیے تھا۔ سود' شراب' زنا' بے حیائی' گناہ وحرام ہے مگر اہل طائف کی طرح اپنی سوسائٹی کی خواہش کے تحت انہیں بھی مرضیات پر رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم میں اہل طائف میں جو اس وقت مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ فرق یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے ان کی شرائط مسترد کردیں تو طائف کے قبیلہ بنی ثقیف کو فیصلہ کرنے میں صرف ایک رات لگی۔ دوسرے روز انہوں نے اپنی شرائط واپس لے کر غیر مشروط طور پر اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا لیکن پاکستانی قوم گزشتہ ساٹھ سال سے تذبذب میں ہے اور فیصلہ نہیں کرپارہی کہ وہ بحیثیت فرد کے کلمہ پڑھنے کے باوجود بحیثیت سوسائٹی وقوم کے اسلام قبول کرنے میں اپنی شرائط پر نظر ثانی کرسکیں اور بنی ثقیف کی طرح اس حقیقت کا ادراک کرسکیں کہ اسلام تو جب بھی قبول کرنا ہوگا غیر مشروط قبول کرنا ہوگا اور قرآن وسنت کے نظام کو من وعن قبول کرنا ہوگا کہ اسلام نام ہی خدا کے حکم کے آگے گردن جھکا دینے کا ہے۔